قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

سوموار 22 فروری 2021ء | 09 رجب 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:45

فرمان رسول ﷺ

اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ۔

(کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۵)

کہ جب بندہ عاجزی اور فروتنی اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا ساتویں آسمان تک رفع کر لیتا ہے۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

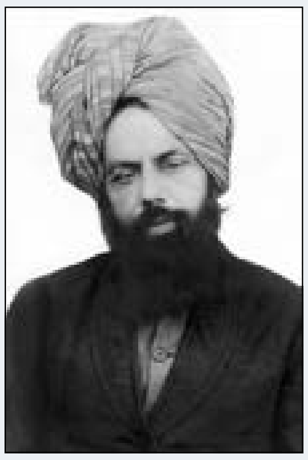

تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں

ایک موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔ مَیں اپنے نفس میں کوئی نیکی نہیں دیکھتا اور مَیں نے وہ کام نہیں کیا جو مجھے کرنا چاہئے تھا اور مَیں اپنے تئیں صرف ایک نالائق مزدور سمجھتا ہوں۔ یہ محض خدا کا فضل ہے جو میرے شامل حال ہوا۔ پس خدائے قادر اور کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس مشت خاک کو اس نے باوجود ان تمام بے ہنریوں کے قبول کیا‘‘۔

(تجلیات الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409، 410)

آپؑ اپنے ایک منظوم کلام میں فرماتے ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم
کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار

ارشاد باری تعالیٰ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔

(سورۃ الفرقان آیت 64)

ترجمہ: اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں ’’سلام‘‘۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اب امت کو تو یہ حکم ہے کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے لیکن کیا ہمارے عمل اس کے مطابق ہیں۔ کسی کو اپنی قوم کا فخر ہے، خاندان کا فخر ہے، تو کسی کو دولت کا فخر ہے، کسی کو دوستوں کا فخر ہے، کسی کو اولاد کا فخر ہے اور جس طرف بھی نظر ڈالیں آپ کوئی نہ کوئی فخر کا راستہ یا کوئی نہ کوئی فخر کی سوچ ہر ایک میں نظر آجاتی ہے۔ پھر اور تو اور بعض دفعہ بعض لوگ اچھے سوٹ سلوالیں یا کپڑے پہن لیں تو اسی پر فخر ہونے لگ جاتا ہے۔ اس تعلیم پر نظر نہیں۔ اگر ہر ایک کی اس تعلیم پر نظر ہو جو ہمیں آنحضرت ﷺ نے دی تو فخر کے بجائے ہم میں سے ہر ایک میں ہر وقت عاجزی ہی عاجزی نظر آنی چاہئے۔

پھر دیکھیں روایت میں ہے جس میں آپ نے اپنے زبردست مقام کے بارے میں اعلان فرمایا ہے کہ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ۔ یعنی پہلی بات تو یہ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ۔ اور پھر ساتھ ہی عاجزی کا بھی ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے کہ پھر فرما رہے ہیں وَلَا فَخْرَ۔ کہ میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور یہ بہت بڑا اعلان ہے لیکن عاجزی کی انتہا کہ مگر کوئی فخر نہیں کرتا۔ اس میں مجھے کوئی فخر نہیں ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 2 مطبوعہ بیروت)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے لئے اس طرح تواضع اختیار کی۔ یہ فرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے اپنی ہتھیلی کو زمین کے ساتھ لگا دیا۔ اس کو میں اس طرح بلند کروں گا اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی ہتھیلی کو آسمان کی طرف اونچا کرنا شروع کیا اور بہت بلند کر دیا یعنی جو عاجزی اختیار کرے اور زمین کے ساتھ لگ جائے اس کو خدا تعالیٰ خود بلند کرتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند العشر المبشرین بالجنۃ جلد 1 صفحہ 44 مطبوعہ بیروت)

اب ایسے لوگ جن کو اپنی بڑائی بیان کرکے اپنے مقام کا اظہار کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے ان کو یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ بلند مقام عاجزی سے ہی ملتا ہے۔ اچھا باغبان یا مالک ہو باغ کا وہ ہمیشہ درخت کی اُس شاخ کی قدر کرتا ہے۔ جو پھلوں سے لدی ہو اور زمین کے ساتھ لگی ہو۔ اسی طرح مالک ارض و سما اس سر کی قدر کرتا ہے جو زمین کی طرف جھکتا ہے۔ عاجزی کے مقابلے پہ فخر، غرور اور تکبّر ہی ہے یعنی اس کا الٹ، تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ شرک کے بعد تکبّر جیسی کوئی بلا نہیں۔ اگر غور کریں تو تکبّر ہی آہستہ آہستہ شرک کی طرف بھی لے کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہمیشہ عاجزانہ راہوں پر چلائے۔

(بحوالہ الاسلام خطبہ جمعہ 2/ جنوری 2004ء)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

دربارِ خلافت

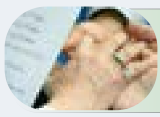

کاش آج مسلمان بھی اس نکتہ کو سمجھ لیں تو اسلام کے پیغام کو کئی گنا ترقی دے سکتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن بھی دو معاملات میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی، آپؐ نے اُن میں سے آسان ترین کو اختیار فرمایا سوائے اس کے کہ اسے اختیار کرنا گناہ ہوتا۔ اور اگر اسے اختیار کرنا گناہ ہوتا تو آپ اس سے لوگوں میں سے سب سے زیادہ دور بھاگنے والے ہوتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا سوائے اس کے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود میں ناجائز طریق سے داخل ہوتا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اللہ تعالیٰ کی خاطر سزا دیتے۔

(بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبیؐ حدیث نمبر 3560)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ دورانِ گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان جائیں۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے خلاف بد دعا کی تھی اور یہ دعا کی تھی کہ رَبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا (نوح: 27)۔ اے میرے ربّ! کافروں میں سے کسی کو زمین پر بستا ہوا نہ رہنے دے۔

یا رسول اللہ! اگر آپ حضرت نوح کی طرح ہمارے لئے بد دعا کرتے تو ہم سب کے سب تباہ ہو جاتے۔ آپ کی کمر کو لتاڑا گیا۔ آپ کے چہرے کو خون آلود کیا گیا۔ آپ کے سامنے کے دانت توڑے گئے مگر آپ نے صرف خیر کی بات ہی کی اور آپ نے یہ دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِقَوۡمِیۡ فَاِنَّھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ۔ اے اللہ میری قوم کو بخش دے، ان کو معلوم نہیں کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔

(الشفاء لقاضی عیاض الباب الثانی فی تکمیل اللہ تعالیٰ ...الفصل و اما الحلم صفحہ 73 جزء اول دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں اور دوسرے لوگوں پر بکلی فتح پاکر اور ان کو اپنی تلوار کے نیچے دیکھ کر پھر ان کا گناہ بخش دیا۔ اور صرف انہیں چند لوگوں کو سزا دی جن کو سزا دینے کے لئے حضرت احدیت کی طرف سے قطعی حکم وارد ہو چکا تھا۔ اور بجز ان ازلی ملعونوں کے ہر یک دشمن کا گناہ بخش دیا اور فتح پاکر سب کو لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ (یوسف: 93) کہا۔ اور اس عفو تقصیر کی وجہ سے کہ جو مخالفوں کی نظر میں ایک امر محال معلوم ہوتا تھا۔ اور اپنی شرارتوں پر نظر کرنے سے وہ اپنے تئیں اپنے مخالف کے ہاتھ میں دیکھ کر مقتول خیال کرتے تھے۔ ہزاروں انسانوں نے ایک ساعت میں دین اسلام قبول کر لیا۔‘‘

(براہین احمدیہ۔ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 286-287 بقیہ حاشیہ نمبر 11)

پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو تھا جو مخالفوں کی نظر میں بظاہر ایک بہت مشکل بات تھی۔ کبھی اس طرح کا عفو دکھایا جا سکتا ہے؟۔ لیکن جب آپؐ سے یہ حسنِ سلوک دیکھا تو اس کا نتیجہ کیا ہوا کہ اسلام قبول کر لیا۔ کاش آج مسلمان بھی اس نکتہ کو سمجھ لیں تو اسلام کے پیغام کو کئی گنا ترقی دے سکتے ہیں۔ کاش کہ یہ لوگ شدت پسند گروہوں کے چنگل سے نکل کر اس اسوہ پر غور کریں جو ہمارے سامنے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے۔ آمین

(خطبہ جمعہ 14/ جنوری 2011ء)

منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام

ہے شکر ربِ عز و جل خارج از بیاں
جس کے کلام سے ہمیں اس کا ملا نشاں

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اُس کتاب میں
ہو گی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہو گیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا

اس نے درخت دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا

اس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا
شیطاں کا مکر و وسوسہ بے کار ہو گیا

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

آج کی دعا

رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَ اغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (سورۃ التحریم:9)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر جسے تُو چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

یہ قرآنِ مجید کی اللہ تعالیٰ کے حقیقی نور اور فیضان کو حاصل کرنے کی خوبصورت دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل سے وہ نور عطا فرمائے جو اس کا حقیقی نور ہے۔ جو اس کے پیاروں سے محبت کرنے سے ملتا ہے۔ جس کو حاصل کرنے کے طریقے اس زمانے کے امام نے نور محمدی سے حصہ پا کر ہمیں سکھائے۔ ہم دنیا کی لغویات میں پڑنے کی بجائے اپنے خدا سے اس نور کے ہمیشہ طلبگار رہیں اور ان لوگوں میں شمار ہوں جو ہمیشہ یہ دعا کرتے رہے ہیں کہ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَ اغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (التحریم:9) کہ اے ہمارے ربّ! ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر جسے تو چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں بھی اس دعا کے اثرات دکھائے اور مرنے کے بعد بھی ہمارے لئے یہ نور دائمی بن کر ہمارے ساتھ رہے۔ آمین

(خطبہ جمعہ 29/ جنوری 2010ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

ایڈیٹر کے نام خط

مؤرخہ 2 فروری 2021ء کے شمارہ میں حکیم محمد سعید صاحب والا مضمون بہت اچھا لگا۔ وہ میری اور میرے گھر والوں کی پسندیدہ شخصیت رہے۔ بچوں سے متعلقہ ان کی کتب ہم اپنے پڑوسی سلطان صاحب کے ذریعہ لائبریری سے منگوا کر پڑھا کرتے تھے۔ آپ کی بہت سی کتب میں احمدیوں کا ہلکا پھلکا ذکر ضرور ملتا ہے۔ سلطان صاحب احمدیوں کے بارے میں ذکر ہم سے لے کر جماعتی ریکارڈ میں شامل کروایا کرتے تھے۔ ان کی ایک کتاب میں لکھا تھا کہ ”میں نے کسی احمدی کو بد اخلاق نہیں دیکھا“۔ چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب، ڈاکٹر عبد السلام صاحب کا ذکر بھی اکثر آپ کی کتب میں ملتا تھا۔

روزنامہ الفضل بہت ہی پیارا ہمارا پسندیدہ اخبار ہے۔ دنیا کے ہر علم کے بارے میں معلومات اس میں دستیاب ہیں۔ اللہ اس اخبار کو دن دونی رات چونی ترقیات سے نوازے۔ آمین

(فوزیہ درثمین احمد)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 19؍ فروری 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

یہ حضرت مصلح موعودؓ کی 18 سال سے 35 سال کی عمر کی چند جھلکیاں ہیں جن کا سوواں حصہ بھی اس وقت میں بیان نہیں ہوسکا۔ خطبات اور تفاسیر اس کے علاوہ ہیں جن میں عُلوم ومعارف کی نہریں بہ رہی ہیں۔ اس خزانے کو جو کافی حد تک چھپ چکا ہے افرادِ جماعت کو پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعودؓ کے درجات بلند فرماتا رہے

پاکستان میں احمدیوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر خصوصی دعاؤں کی مکرر تحریک

20؍ فروری یوم مصلح موعود کے حوالہ سے ’’وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا‘‘ کی ہلکی سی جھلک

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 19؍ فروری 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم مبارز محمود امینی صاحب کے حصے میں آئی۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

20؍ فروری کا دن جماعت میں پیش گوئی مصلح موعود کے حوالے سے یاد رکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے موعود بیٹے کے متعلق اس لمبی پیش گوئی میں مختلف خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ آج مَیں اس میں سے ایک پہلو یعنی ’وہ عُلومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا‘ کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی اپنی تحریرات و تقاریر کے حوالے سے کچھ کہوں گا۔ حضورؓ کی بنیادی تعلیم تو صرف پرائمری تک تھی لیکن اس کے باوجود خدا تعالیٰ نے آپؓ کو جو عُلومِ ظاہری و باطنی عطا کیے تھے وہ اتنے زیادہ ہیں کہ اُن کا صرف تعارف پیش کرنا ہی ایک سلسلہ خطبات کا متقاضی ہے۔ پس حضورؓ کے عِلم ومعرفت اور تبحرِ علمی کی ہلکی سی جھلک دکھانے کی خاطر مَیں نے سوچا کہ آپؓ کے مضامین وتقاریر کا ایک مختصر تعارف یا اُن میں سے بعض نکات خلاصۃً پیش کروں۔ آپؓ کے یہ مضامین توحیدِ باری تعالیٰ اور ملائکہ کی حقیقت جیسے روحانی اُمور سے لے کر مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی رہ نمائی، اقتصادی و مالی نظام اور تاریخِ اسلام تک پھیلے ہوئے ہیں۔ سولہ سترہ سال کا نوجوان، جس کی باقاعدہ بنیادی تعلیم بھی کچھ نہیں وہ ایسے ایسے نکات بیان کرتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس وقت مَیں آپؓ کی اسی عمر سے لے کر چونتیس پینتیس برس کی عمر تک کے مضامین کی جھلک پیش کرتا ہوں۔

مارچ 1907ء میں 18 برس کی عمر میں حضرت مصلح موعودؓ نے ایک عظیم الشان مضمون بعنوان ’محبتِ الٰہی‘ تحریر فرمایا۔ اس مضمون میں آپؓ فرماتے ہیں کہ انسان کی پیدائش کی غرض ہی یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو اور دائمی زندگی بخشنے والے اس سمندر میں غوطہ زن رہے۔ محبت کے نتیجے میں انسان گناہوں سے بچتا اور درجات میں ترقی کرتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم خدا تعالیٰ سے تعلق بڑھائیں اور اپنے دل میں اخلاص و محبت پیدا کریں اور ایک سورج کی طرح ہوجائیں جس سے دنیا روشنی پکڑتی ہو۔ اس مضمون میں آپؓ نے خدا کے بارے میں یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے عقائد بیان کیے اور فرمایا کہ اسلام کے زندہ خدا کا ثبوت یہ ہے کہ وہ وحی و الہام سے انسان کی آج بھی رہ نمائی کرتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے 28؍ دسمبر 1908ء کے جلسے میں ’ہم کس طرح کامیاب ہوسکتے ہیں‘ کے موضوع پر ایک بڑا پُرمغز خطاب فرمایا۔ آپؓ نے سورہ توبہ کی آیات 111، 112 کی تلاوت کی اور فرمایا کہ ہر انسان کو سوچنا چاہیے کہ خدا نے مجھے کیوں پیدا کیا، اور مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ انسان اِس چند روزہ زندگی کے لیے کوشش کرتا ہے تو کیا اُس لامحدود زندگی کے لیے کوشش کی ضرورت نہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ایسا سودا کرے جس میں نفع ہو اور وہ مال جمع کرے جو واقعی اس کے کام آئے۔ اس تجارت کے لیے بعض شرائط ہیں مثلاً یہ کہ انسان ہر وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اس سے اپنا تعلق مضبوط رکھے۔ امر بالمعروف کرے اور حدودِ الٰہیہ کی حفاظت کرے۔

1916ء کے جلسے میں آپؓ نے ’ذکرِ الٰہی‘ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نہایت اچھوتے انداز میں ذکرِ الٰہی کی ضرورت، اقسام اور فوائد پر روشنی ڈالی۔ ذکر کی چار اقسام بیان فرمائیں: یعنی نماز، قرآن کریم، صفات باری تعالیٰ کا اقرار اور تنہائی میں ان پر غور کرتے ہوئے لوگوں میں ان کا اظہار۔ ذکرِ الٰہی کو مقبول بنانے کے لیے اس کے خاص اوقات، نماز میں توجہ قائم رکھنے کے بائیس طریق اور مقامِ محمود تک پہنچانے والے ذکر یعنی نمازِ تہجد کے التزام کے ایک درجن سے زائد طریقے بتائے۔

9؍ اکتوبر 1917ء کو پٹیالے میں آپؓ نے ’ربوبیتِ باری تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے‘ کے موضوع پر خطاب میں ہستی باری تعالیٰ، اسلام، قرآن کریم اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کو صفتِ ربوبیت کے تعلق سے ثابت کیا۔ فرمایا کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے نبی آئے جو روحانی ربوبیت کا سامان کرتے رہے اور اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ ربوبیت کے تحت حضرت مرزا صاحبؑ کو بھیجا۔ جنہوں نے خدا سے ہم کلامی اور اصلاحِ خلق کا دعویٰ فرمایا۔ پس اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو روحانی ربوبیت رکھنے والے زندہ خدا کو پیش کرتا ہے۔

پھر 1919ء میں ’اسلام میں اختلافات کا آغاز‘ کے موضوع پر اسلامیہ کالج لاہور میں ایک طویل لیکچر ارشاد فرمایا۔ اس اجلاس کی صدارت پروفیسر سیّد عبدالقادر صاحب نے کی جنہوں نے لیکچر کے بعد تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دل چسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہوگا۔

1919ء کے جلسہ سالانہ پر آپؓ نے ’تقدیرِ الٰہی‘ جیسے مشکل اور دقیق موضوع پر بڑا عارفانہ خطاب فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس خطاب کے متعلق فرمایا کہ اس موضوع پر ایک ایسے جلسۂ عام میں خطاب فرمانا جہاں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ، ذہین اور بلید ہر قسم کے لوگ جمع تھے کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ یہ تقریر کیا تھی عِلمِ کلام کا شاہ کار تھا۔

جنگِ عظیم اول کے بعد اتحادی ممالک نے سلطنتِ ترکی کے حصّے بخرے کردیے تھے۔ اس تناظر میں جون 1920ء میں الٰہ آباد کے مقام پر خلافت کمیٹی کے زیرِ اہتمام ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ حضورؓ نے محض ایک دن کے اندر ’معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویّہ‘ کے عنوان سے مضمون قلم بند فرمایا جسے راتوں رات چھپوا کر بھجوایا گیا۔ اس مضمون میں حضورؓ نے نہایت مدلل انداز میں واضح فرمایا کہ ہجرت، جہادِ عام اور گورنمنٹ سے قطع تعلق کی تجاویز مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ آپؓ نے مسلمانوں کی ترقی اور بہبود کے لیے بلاتاخیر عالَم گیر لجنہ اسلامیہ یعنی مؤتمر عالَمِ اسلامی کے قیام کی تجویز دی۔ اس دَور میں کہ جب انٹرنیٹ وغیرہ کی سہولتیں نہ تھیں آپؓ کا یہ غیرمعمولی تجزیہ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید کی نشان دہی کرتا ہے۔

28؍ دسمبر 1920ء کو جلسہ سالانہ کے موقعے پر ’ملائکۃ اللہ‘ کے عنوان پر نہایت آسان اور بصیرت افروز خطاب کرتے ہوئے ملائکہ کی حقیقت و ضرورت، اقسام، فرائض، خدمات اور ملائکہ کے وجود پر روشنی ڈالی۔ فرشتوں سے تعلق پیدا کرنے کے یہ آٹھ ذرائع بیان فرمائے: 1۔ جس انسان پر جبرئیل نازل ہو اس کے پاس بیٹھنا۔ 2۔ درود پڑھنا۔ 3۔ عفو و درگزر اختیار کرتے ہوئے بدظنی سے بچنا۔ 4۔ تسبیح وتحمید۔ 5۔ بغور تلاوتِ قرآن۔ 6۔ جو کتابیں ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر ملائکہ نازل ہوتے ہوں ان کو پڑھنا۔ 7۔ جس مقام پر ملائکہ کا نزول ہوا ہو وہاں جانا۔ 8۔ خلیفہ کے ساتھ مضبوط تعلق۔

5؍ مارچ 1921ء کو حضورؓ نے لاہور میں کالج کے بعض طلباء کے سوالوں کے جواب میں ’ضرورتِ مذہب‘ پر ایک لیکچر دیا۔ طلبا نے حضورؓ سے یہ تین سوالات پوچھے تھے۔ 1۔ مذہب کی ضرورت نہیں، ہاں ظاہری فوائد کے لیے اگر لوگ اسے اختیار کرلیں تو برا نہیں۔ 2۔ دیگر مذاہب میں بھی پیش گوئیاں کرنے والے بعض لوگ موجود ہیں، پھر اسلام کی کیا خصوصیت رہی۔ 3۔ حضرت مرزا صاحب کے سلسلے کا پھیلنا ان کی صداقت کا ثبوت کیسے ہوا جبکہ رُوس میں لینن کو بھی بڑی کامیابی ہوئی ہے۔

حضورؓ نے ان سوالوں کے جواب میں فرمایا کہ مذہب کی ضرورت کا سوال خدا تعالیٰ کی ہستی سے وابستہ ہے اور اس کی ہستی کا ثبوت اس کا اپنے بندوں سے کلام کرنا ہے۔ نیز اس دَور میں حضرت مسیح موعودؑ کی پیش گوئیاں پوری ہوکر خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔ دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انبیاء کی پیش گوئیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں جن میں شوکت اور حاکمانہ اقتدار ہوتا ہے جبکہ دوسرے لوگ اپنے عِلم کی بِنا پر پیش گوئیاں کرتے ہیں۔ تیسرے سوال کا جواب یہ ارشاد فرمایا کہ آپؑ کے سلسلے کو جو ترقی حاصل ہوئی ہے اس کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ پہلے سے موجود تھا۔ پس یہ کہنا غلط ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب کے سلسلے کی ترقی اُن کی صداقت کی علامت نہیں۔

پھر ’ہستی باری تعالیٰ‘ پر 1921ء میں ایک لمبی تقریر فرمائی جو 190 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس تقریر میں ہستی باری تعالیٰ پر آٹھ دلائل اور ان پر پیدا ہونے والے اعتراضات کے جواب ارشاد فرمائے۔

1921ء میں ہی شہزادہ ویلز کی ہندوستان آمد کے موقعے پر ایک تصنیف ’تحفہ شہزادہ ویلز‘ کے عنوان سے تحریر فرمائی۔ اس مختصر عالمانہ تصنیف میں حکومتِ وقت سے وفاداری کے اظہار کے ساتھ، حضرت مسیح موعودؑ کے مختصر حالات، سلسلہ احمدیہ کی تعلیم، تاریخ اور اس کے قیام کی غرض بیان فرمائی گئی ہے۔ شہزادہ ویلز جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم بنے انہوں نے اس تحفے کو بڑی قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھا اور اس کا مکمل طور پر مطالعہ کیا۔

اسی طرح 1924ء میں ویمبلے کانفرنس کے لیے ’احمدیت یعنی حقیقی اسلام‘ کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی۔ جس کا خلاصہ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اس کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔ یہ لیکچر ایسا اچھوتا اور منفرد تھا کہ عیسائیت کے بڑے بڑے لیڈروں نے بھی اسے سراہا۔

پس یہ 18 سال سے 35 سال کی عمر کی چند جھلکیاں ہیں جن کا سوواں حصّہ بھی اس وقت میں بیان نہیں ہوسکا۔ خطبات اور تفاسیر اس کے علاوہ ہیں جن میں عُلوم ومعارف کی نہریں بہ رہی ہیں۔ اس خزانے کو جو کافی حد تک چَھپ چکا ہے افرادِ جماعت کو پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعودؓ کے درجات بلند فرماتا رہے۔

پاکستان کے حالات کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ وہاں کے لوگوں کو امن وچین اور سکون کی زندگی عطا فرمائے اور مخالفین کے حملوں اور مکروں کو اپنے فضل سے ملیا میٹ کردے۔

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 29؍ جنوری 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

حضرت عثمانؓ نے کفارِ مکہ کو جواب دیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مکہ سے باہر روکے جائیں اور میں طواف کروں!

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔراشد، ذوالنّورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

غزوۂ غطفان، غزوۂ احد، بیعتِ رضوان اور صلح حدیبیہ کے حالات و واقعات کا بیان

اگر یہ اطلاع درست ہے تو خدا کی قسم! ہم اس جگہ سے اس وقت تک نہیں ٹلیں گے کہ عثمان کا بدلہ نہ لے لیں۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: آؤ اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ عہد کرو کہ تم میں سے کوئی شخص پیٹھ نہیں دکھائے گا اور اپنی جان پر کھیل جائے گا مگر کسی حال میں اپنی جگہ نہیں چھوڑے گا

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غزوات میں شمولیت کا ذکر کرتا ہوں۔ جیسا کہ غزوۂ بدر کے بارے میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عثمانؓ غزوۂ بدر میں شامل نہیں ہو سکے تھے کیونکہ آپ کی زوجہ حضرت رقیہؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار تھیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو ارشاد فرمایا کہ ان کی تیمار داری کے لیے مدینہ میں ٹھہریں اور آپؓ کو بدر میں شامل ہونے والوں کی طرح ہی قرار دیا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے لیے بدر میں شامل ہونے والوں کی طرح مالِ غنیمت میں اور اجر میں حصہ مقرر فرمایا۔

(شرح العلامہ الزرقانی علی المواهب اللدنیہ جزء ۲، صفحہ ۳۳۴، باب غزوہ بدر الکبریٰ ۔ دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۶ء)

غزوۂ غطفان محرم یا صفر 3؍ ہجری میں ہوا۔ غزوۂ غطفان کے لیے نجد کے علاقے کی طرف نکلتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا تو اس لحاظ سے اس میں بھی شامل نہیں ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ ۴۱، عثمان بن عفان، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 463)

اس غزوہ کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں بیان فرمائی ہے کہ

’’بنوغطفان کے بعض قبائل یعنی بنوثَعلَبَہ اور بنومُحارِب کے لوگ اپنے ایک نامور جنگجو دُعْثُور بن حارِث کی تحریک پر پھر مدینہ پر اچانک حملہ کر دینے کی نیت سے نجد کے ایک مقام ذِی اَمَر میں جمع ہونے شروع ہوئے لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں کی حرکات وسکنات کا باقاعدہ علم رکھتے تھے، آپؐ کو ان کے اس خونی ارادے کی بروقت اطلاع ہوگئی اور آپؐ ایک بیدار مغز جرنیل کی طرح پیش بندی کے طور پر ساڑھے چار سو صحابیوں کی جمعیت کو اپنے ساتھ لے کر محرم 3؍ھ کے آخر یا صفر کے شروع میں مدینہ سے نکلے اور تیزی کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے ذِی اَمَر کے قریب پہنچ گئے۔ دشمن کو آپؐ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے جھٹ پٹ آس پاس کی پہاڑیوں پر چڑھ کر اپنے آپ کو محفوظ کرلیا اور مسلمان ذی امر میں پہنچے تو میدان خالی تھا۔ البتہ بنوثَعْلَبَہ کا ایک بدوی جس کا نام جَبَّارْ تھا صحابہ کے قابو میں آ گیا جسے قید کر کے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حالات دریافت کئے تو معلوم ہوا کہ بنوثعلبہ اور بنو محارب کے سارے لوگ پہاڑیوں میں محفوظ ہو گئے ہیں اور وہ کھلے میدان میں مسلمانوں کے سامنے نہیں آئیں گے۔ ناچار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واپسی کا حکم دینا پڑا مگر اس غزوہ کا اتنا فائدہ ضرور ہوگیا کہ اس وقت جو خطرہ بنوغطفان کی طرف سے پیدا ہوا تھا وہ وقتی طور پر ٹل گیا۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 463)

غزوۂ احد جو شوال 3؍ ہجری میں ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے۔ پہلے دو غزوات میں تو (شامل) نہیں ہوئے تھے اس غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے۔ دورانِ جنگ صحابہ کا ایک گروہ ایسا تھا جو اچانک حملہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر میدان سے اِدھر اُدھر ہو گیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف 12 صحابہ کا ایک چھوٹا سا گروہ رہ گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ پہلے گروہ میں سے تھے۔

(ماخوذ از شرح العلامہ الزرقانی علی المواهب اللدنیہ جزء ۲ صفحہ ۴۱۸-۴۱۹ باب غزوة احد، دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۶ء)

مسلمانوں نے جب لشکرِ قریش پر غلبہ پا لیا اور وہ مالِ غنیمت اکٹھا کرنے لگے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پچاس تیر اندازوں کو اپنی جگہ نہ چھوڑنے کا ارشاد فرمایا تھا انہوں نے فتح کو دیکھ کر اپنی جگہ کو چھوڑ دیا حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سختی سے اپنی جگہ نہ چھوڑنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ خالد بن ولید جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے یہ منظر دیکھ کر فوراً وہاں سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ ایسا اچانک، غیر متوقع اور اس قدر شدید تھا کہ مسلمان منتشر ہو گئے۔ ان منتشر ہونے والے صحابہ میں حضرت عثمانؓ کا نام بھی بیان کیا جاتا ہے۔

قرآن شریف میں ان لوگوں کے ضمن میں ذکر آتا ہے کہ اس وقت کے خاص حالات اور ان لوگوں کے دلی ایمان اور اخلاص کو مدّنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۔(آل عمران:156)

یقیناً تم میں سے وہ لوگ جو اس دن پھر گئے جس دن دو گروہ متصادم ہوئے یقیناً شیطان نے انہیں پھسلا دیا بعض ایسے اعمال کی وجہ سے جو وہ بجالائے اور یقیناً اللہ ان سے درگزر کر چکا ہے۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بہت بردبار ہے۔

اس غزوہ کے دوران مسلمانوں کی اس کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں لکھا ہے کہ

’’قریش کے لشکر نے قریباً چاروں طرف گھیرا ڈال رکھا تھا اور اپنے پے در پے حملوں سے ہر آن دباتا چلا آتا تھا۔ اس پر بھی مسلمان شاید تھوڑی دیر بعد سنبھل جاتے مگر غضب یہ ہوا کہ قریش کے ایک بہادر سپاہی عبداللہ بن قَمِئَہ نے مسلمانوں کے علمبردار مُصْعَبْ بن عُمَیرؓ پر حملہ کیا اور اپنی تلوار کے وار سے ان کا دایاں ہاتھ کاٹ گرایا۔ مُصْعَبْؓ نے فوراً دوسرے ہاتھ میں جھنڈا تھام لیا اور ابن قَمِئَہ کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے مگر اس نے دوسرے وار میں ان کا دوسرا ہاتھ بھی قلم کر دیا۔ اس پر مُصْعَبْؓ نے اپنے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کو جوڑ کر گرتے ہوئے اسلامی جھنڈے کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اسے چھاتی سے چمٹا لیا۔ جس

پر ابن قَمِئَہ نے ان پر تیسرا وار کیا اور اب کی دفعہ مُصْعَبْ شہید ہو کر گر گئے۔ جھنڈا تو کسی دوسرے مسلمان نے فوراً آگے بڑھ کر تھام لیا مگر چونکہ مُصْعَبْؓ کا ڈیل ڈول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تھا ابن قَمِئَہ نے سمجھا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی طرف سے یہ تجویز محض شرارت اور دھوکا دہی کے خیال سے ہو۔ بہرحال اس نے مُصْعَبْؓ کے شہید ہو کر گرنے پر شور مچا دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان بھی جاتے رہے اور ان کی جمعیت بالکل منتشر ہو گئی اور بہت سے صحابی سراسیمہ ہو کر میدان سے بھاگ نکلے۔ اس وقت مسلمان تین حصوں میں منقسم تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر میدان سے بھاگ گیا تھا مگر یہ گروہ سب سے تھوڑا تھا'' یا یہ کہہ دیں کہ مایوس ہو کے منتشر ہو گیا تھا۔ ''ان لوگوں میں حضرت عثمان بن عفانؓ بھی شامل تھے مگر جیسا کہ قرآن شریف میں ذکر آتا ہے اس وقت کے خاص حالات اور ان لوگوں کے دلی ایمان اور اخلاص کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ ان لوگوں میں سے بعض مدینہ تک جا پہنچے اور اس طرح مدینہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیالی شہادت اور لشکرِ اسلام کی ہزیمت کی خبر پہنچ گئی جس سے تمام شہر میں ایک کہرام مچ گیا اور مسلمان مرد عورت بچے بوڑھے نہایت سراسیمگی کی حالت میں شہر سے باہر نکل آئے اور احد کی طرف روانہ ہو گئے اور بعض تو جلد جلد دوڑتے ہوئے میدانِ جنگ میں پہنچے اور اللہ کا نام لے کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ دوسرے گروہ میں وہ لوگ تھے جو بھاگے تو نہیں تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر یا تو ہمت ہار بیٹھے تھے اور یا اب لڑنے کو بیکار سمجھتے تھے اور اس لئے میدان سے ایک طرف ہٹ کر سرنگوں ہو کر بیٹھ گئے۔ تیسرا گروہ وہ تھا جو برابر لڑ رہا تھا۔ ان میں سے کچھ تو وہ لوگ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع تھے اور بےنظیر جان نثاری کے جوہر دکھا رہے تھے اور اکثر وہ تھے جو میدانِ جنگ میں منتشر طور پر لڑ رہے تھے۔ ان لوگوں اور نیز گروہ ثانی کے لوگوں کو جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ موجود ہونے کا پتہ لگتا جاتا تھا یہ لوگ دیوانوں کی طرح لڑتے بھڑتے آپؐ کے اردگرد جمع ہوتے جاتے تھے۔ اس وقت جنگ کی حالت یہ تھی کہ قریش کا لشکر گویا سمندر کی مہیب لہروں کی طرح چاروں طرف سے بڑھا چلا آتا تھا اور میدانِ جنگ میں ہر طرف سے تیر اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ جاں نثاروں نے اس خطرہ کی حالت کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد گھیرا ڈال کر آپؐ کے جسم مبارک کو اپنے بدنوں سے چھپا لیا مگر پھر بھی جب کبھی حملہ کی رو اٹھتی تھی تو یہ چند گنتی کے آدمی ادھر ادھر دھکیل دئے جاتے تھے اور ایسی حالت میں بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریباً اکیلے رہ جاتے تھے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 493-494)

بہرحال اس میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ مایوس ہو کے یا کسی وجہ سے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کے وہاں سے چلے گئے تھے اور اسی طرح مایوس ہو کر بیٹھنے والوں میں نہیں تھے لیکن بیٹھنے والوں میں حضرت عمرؓ کا بھی ذکر آتا ہے۔ بہرحال وہ تو اپنے وقت پر بیان ہو گا۔

اب مَیں بیان کرتا ہوں صلح حدیبیہ کے موقع پر جو سفارت کاری ہوئی اور بیعتِ رضوان ہوئی اس میں حضرت عثمانؓ کا کردار یا آپؓ کے بارے میں کیا واقعات ملتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا دیکھا کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ امن کے ساتھ اپنے سروں کو منڈائے ہوئے اور بال چھوٹے کیے ہوئے بیت اللہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس رؤیا کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ 6/ ہجری میں اپنے چودہ سو اصحاب کے ہمراہ عمرے کی ادائیگی کے لیے مدینہ سے نکلے۔ حدیبیہ کے مقام پر آپؐ نے پڑاؤ کیا۔ قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرے کی ادائیگی سے روکا۔ فریقین کے درمیان جب سفارت کاری کا آغاز ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کے جوش وخروش کا حال سنا تو آپؐ نے فرمایا کسی ایسے بااثر شخص کو مکہ میں بھجوایا جائے جو مکّہ ہی کا رہنے والا ہو اور قریش کے کسی معزز قبیلے سے تعلق رکھتا ہو۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ للقسطلانی جزء ۳ صفحہ ۱۶۹-۱۷۰، ۲۲۲ امر الحدیبیہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۶ء)

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مقصد کے لیے بھجوایا گیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کی جو تفصیل بیان کی ہے اس کا کچھ ذکر مَیں کرتا ہوں۔ آپؓ نے لکھا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھی کہ آپؐ اپنے صحابہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس وقت ذوقعدہ کا مہینہ قریب تھا جو زمانہ جاہلیت میں بھی ان چار مبارک مہینوں میں سے سمجھا جاتا تھا جن میں ہر قسم کا جنگ وجدل منع تھا۔ گویا ایک طرف آپؐ نے یہ خواب دیکھی اور دوسری طرف یہ وقت بھی ایسا تھا کہ جب عرب کے طول وعرض میں جنگ کا سلسلہ رک کر امن وامان ہو جاتا تھا۔ گو یہ حج کے دن نہیں تھے اور ابھی تک اسلام میں حج باقاعدہ طور پر مقرر بھی نہیں ہوا تھا لیکن خانہ کعبہ کا طواف ہر وقت ہو سکتا تھا۔ اس لیے آپؐ نے اس خواب دیکھنے کے بعد اپنے صحابہؓ سے تحریک فرمائی کہ عمرہ کے واسطے تیاری کر لیں۔ اس موقع پر آپؐ نے صحابہ میں یہ بھی اعلان فرمایا کہ چونکہ اس سفر میں کسی قسم کا جنگی مقابلہ مقصود نہیں ہے بلکہ محض ایک پُرامن دینی عبادت کا بجالانا مقصود ہے اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سفر میں اپنے ہتھیار ساتھ نہ لیں۔ البتہ عرب کے دستور کے مطابق صرف اپنی تلواروں کو نیاموں کے اندر بند کر کے مسافرانہ طریق پر اپنے ساتھ رکھا جا سکتا ہے اور ساتھ ہی آپؐ نے مدینہ کے گردونواح کے بدوی لوگوں میں بھی جو بظاہر مسلمانوں کے ساتھ تھے یہ تحریک فرمائی کہ وہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو کر عمرہ کی عبادت بجالائیں مگر افسوس ہے کہ ایک نہایت قلیل یعنی برائے نام تعداد کے سوا ان مسلمان کہلانے والے کمزور ایمان بدوی لوگوں نے جو مدینہ کے آس پاس آباد تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلنے سے احتراز کیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ خواہ مسلمانوں کی نیت عمرہ کے سوا کچھ نہیں مگر قریش بہرحال مسلمانوں کو روکیں گے اور اس طرح مقابلہ کی صورت پیدا ہو جائے گی اور وہ سمجھتے تھے کہ چونکہ یہ مقابلہ مکہ کے قریب اور مدینہ سے دور ہو گا اس لیے کوئی مسلمان بچ کر واپس نہیں آ سکے گا۔ اس لیے ڈر کر وہ اس میں شامل نہیں ہوئے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اوپر چودہ سو صحابیوں کی جمعیت کے ساتھ ذوقعدہ 6/ ہجری کے شروع میں ہی پیر کے دن بوقت صبح مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اس سفر میں آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ آپؐ کے ہم رکاب تھیں اور مدینہ کا امیر نُمَیْلَہ بن عبداللہؓ کو اور امام الصلوٰۃ عَبْدُاللّٰہ بن اُمِّ مکْتُوْمؓ کو جو آنکھوں سے معذور تھے مقرر کیا گیا تھا۔

جب آپؐ ذُوالْحُلَیْفَہ میں پہنچے جو مدینہ سے قریباً چھ میل کے فاصلہ پر مکہ کے راستہ پر واقع ہے تو آپؐ نے ٹھہرنے کا حکم دیا اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد قربانی کے اونٹوں کو جو تعداد میں ستّر تھے نشان لگائے جانے کا ارشاد فرمایا اور صحابہؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ حاجیوں کا مخصوص لباس جو اصطلاحاً احرام کہلاتا ہے پہن لیں اور آپؐ نے خود بھی احرام باندھ لیا اور پھر قریش کے حالات کا علم حاصل کرنے کے لیے کہ آیا وہ کسی شرارت کا ارادہ تو نہیں رکھتے ایک خبر رساں بُسر بن سُفْیَان نامی کو جو قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتا تھا، جو مکہ کے قرب میں آباد تھا، آگے بھجوا کر آہستہ آہستہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مزید احتیاط کے طور پر مسلمانوں کی بڑی جمعیت کے آگے آگے رہنے کے لیے عَبَّاد بن بِشْرؓ کی کمان میں بیس سواروں کا ایک دستہ بھی متعین فرمایا۔ جب آپؐ چند روز کے سفر کے بعد عَسْفَان کے قریب پہنچے جو مکہ سے تقریباً دو منزل کے راستہ پر واقع ہے۔ (کہا جاتا ہے کہ ایک منزل نو میل کی ہوتی ہے۔) تو آپؐ کے خبر رساں نے واپس آ کر آپؐ کی خدمت میں اطلاع دی کہ قریش مکہ بہت جوش میں ہیں اور آپ کو روکنے کا پختہ عزم کیے ہوئے ہیں۔ حتی کہ ان میں سے بعض نے اپنے جوش اور وحشت کے اظہار کے لیے چیتوں کی کھالیں پہن رکھی ہیں اور جنگ کا پختہ عزم کر کے بہرصورت مسلمانوں کو روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قریش نے اپنے چند جانباز سواروں کا ایک دستہ خالد بن ولید کی کمان میں جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے آگے بھجوا دیا ہے اور یہ کہ یہ دستہ اس وقت مسلمانوں کے قریب پہنچا ہوا ہے اور اس دستہ میں عکرمہ بن ابوجہل بھی شامل ہے وغیرہ وغیرہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سنی تو تصادم سے بچنے کی غرض سے صحابہ کو حکم دیا کہ مکہ کے معروف راستے کو چھوڑ کر دائیں جانب ہوتے ہوئے آگے بڑھیں۔ چنانچہ مسلمان ایک دشوار گزار اور کٹھن رستہ پر پڑ کر سمندر کی جانب ہوتے ہوئے آگے بڑھنا شروع ہوئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نئے رستہ پر چلتے ہوئے حدیبیہ کے قریب پہنچے جو مکہ سے ایک منزل یعنی صرف نو میل کے فاصلہ پر ہے اور حدیبیہ کی گھاٹیوں پر سے مکہ کی وادی کا آغاز ہو جاتا ہے تو آپ کی اونٹنی جو اَلْقُصْوَا کے نام سے مشہور تھی اور بہت سے غزوات میں آپؐ کے استعمال میں رہ چکی تھی یکلخت پاؤں پھیلا کر زمین پر بیٹھ گئی اور باوجود اٹھانے کے اٹھنے کا نام نہ لیتی تھی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ شاید یہ تھک گئی ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں نہیں۔ یہ تھکی نہیں اور نہ ہی اس طرح تھک کر بیٹھ جانا اس کی عادت میں داخل ہے بلکہ حق یہ ہے کہ جس بالا ہستی نے اس سے پہلے اصحاب

فیل کے ہاتھی کو مکہ کی طرف بڑھنے سے روکا تھا اسی نے اب اس اونٹنی کو بھی روکا ہے۔ پس خدا کی قسم! مکہ کے قریش جو مطالبہ بھی حرم کی عزت کے لیے مجھ سے کریں گے میں اسے قبول کروں گا۔ یہ آپؐ نے فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنی اونٹنی کو پھر اٹھنے کی آواز دی اور خدا کی قدرت کہ اس دفعہ وہ جھٹ اٹھ کر چلنے کو تیار ہوگئی۔ اس پر آپؐ اسے وادئ حدیبیہ کے پرلے کنارے کی طرف لے گئے اور وہاں ایک چشمہ کے پاس ٹھہر کر اونٹنی سے نیچے اتر آئے اور اسی جگہ آپؐ کے فرمانے پر صحابہؓ نے ڈیرے ڈال دیے۔

پھر یہاں آگے ذکر آتا ہے کہ قریش کے ساتھ صلح کی گفتگو کا آغاز کس طرح ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی وادی میں پہنچ کر قیام فرمایا تو اس وادی کے چشمہ کے پاس قیام کیا۔ جب صحابہؓ اس جگہ ڈیرے ڈال چکے تو قبیلہ خُزَاعہ کا ایک نامور رئیس بُدَیْل بن ورقا نامی جو قریب ہی کے علاقہ میں آباد تھا اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے آیا اور اس نے آپؐ سے عرض کیا کہ مکہ کے رؤسا جنگ کے لیے تیار کھڑے ہیں اور وہ کبھی بھی آپؐ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہم تو جنگ کی غرض سے نہیں آئے بلکہ صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں اور افسوس ہے کہ باوجود اس کے کہ قریش مکہ کو جنگ کی آگ نے جلا جلا کر خاک کر رکھا ہے مگر پھر بھی یہ لوگ باز نہیں آتے اور مَیں تو ان لوگوں کے ساتھ اس سمجھوتہ کے لیے بھی تیار ہوں کہ وہ میرے خلاف جنگ بند کر کے مجھے دوسرے لوگوں کے لیے آزاد چھوڑ دیں۔ مکہ والوں سے مَیں کوئی تعارض نہیں کرتا۔ کچھ ان سے تعلق نہیں رکھوں گا اور دوسرے لوگوں کو اسلام کا پیغام پہنچاؤں گا لیکن اگر انہوں نے میری اس تجویز کو بھی ردّ کر دیا اور بہرصورت جنگ کی آگ کو بھڑکائے رکھا تو مجھے بھی اس ذات کی قَسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ پھر مَیں بھی اس مقابلہ سے اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹوں گا کہ یا تو میری جان اس رستہ میں قربان ہو جائے اور یا خدا مجھے فتح عطا کرے۔ اگر میں ان کے مقابلہ میں آ کر مٹ گیا تو قصہ ختم ہوا لیکن اگر خدا نے مجھے فتح عطا کی اور میرے لائے ہوئے دین کو غلبہ حاصل ہو گیا تو پھر مکہ والوں کو بھی ایمان لے آنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔ بُدَیْل بن وَرْقا پر آپؐ کی اس مخلصانہ اور دردمندانہ تقریر کا بہت اثر ہوا اور اس نے آپؐ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کچھ مہلت دیں کہ مَیں مکہ جا کر آپ کا پیغام پہنچاؤں اور مصالحت کی کوشش کروں۔ آپؐ نے اجازت دے دی اور بُدَیْل اپنے قبیلہ کے چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب بُدَیْل بن وَرقا مکہ میں پہنچا تو اس نے قریش کو جمع کر کے ان سے کہا کہ میں اس شخص یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آ رہا ہوں اور میرے سامنے اس نے ایک تجویز پیش کی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کا ذکر کروں۔ اس پر قریش کے جوشیلے اور غیر ذمہ دار لوگ کہنے لگے کہ ہم اس شخص کی کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں مگر اہل الرائے اور ثقہ لوگوں نے کہا۔ ہاں جو تجویز بھی ہے وہ ہمیں بتاؤ۔ چنانچہ بُدَیْل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تجویز کا اعادہ کیا۔ اس پر ایک شخص عُرْوَہ بن مسعود نامی جو قبیلہ ثقیف کا ایک بہت بااثر رئیس تھا اور اس وقت مکہ میں موجود تھا کھڑا ہو گیا اور قدیم عربی انداز میں قریش سے کہنے لگا کہ اے لوگو! کیا میں تمہارے باپ کی جگہ نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا کیا آپ لوگ میرے بیٹوں کی طرح نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر عُرْوَہ نے کہا کیا تمہیں مجھ پر کسی قسم کی بے اعتمادی ہے؟ قریش نے کہا ہرگز نہیں۔ اس پر اس نے کہا کہ پھر میری یہ رائے ہے کہ اس شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سامنے ایک عمدہ بات پیش کی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اس کی تجویز کو قبول کر لیں اور مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کی طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر مزید گفتگو کروں۔ قریش نے کہا بے شک آپ جائیں اور گفتگو کریں۔

جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچا تو اس وقت وہاں ایک روح پرور نظارہ بھی اس نے دیکھا۔ عُرْوَہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپؐ کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ آپؐ نے اس کے سامنے اپنی وہی تقریر دوہرائی جو اس سے قبل بُدَیْل بن وَرْقَا کے سامنے فرما چکے تھے۔ عُرْوَہ اصولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے ساتھ متفق تھا مگر قریش کی سفارت کا حق ادا کرنا اور ان کے حق میں زیادہ سے زیادہ شرائط محفوظ کرانا چاہتا تھا۔ عُرْوَہ آپؐ کے ساتھ گفتگو ختم کر کے قریش کی طرف لوٹا اور جاتے ہی قریش سے کہنے لگا۔ اے لوگو! مَیں نے دنیا میں بہت سفر کیے ہیں۔ بادشاہوں کے دربار میں شامل ہوا ہوں اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے سامنے بطور وفد کے پیش ہو چکا ہوں مگر خدا کی قسم! جس طرح میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابیوں کو محمد کی عزت کرتے دیکھا ہے ایسا میں نے کسی اَور جگہ نہیں دیکھا۔ پھر اس نے اپنا وہ سارا مشاہدہ بیان کیا جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دیکھا تھا اور آخر میں کہنے لگا کہ مَیں پھر یہی مشورہ دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تجویز ایک منصفانہ تجویز ہے اسے قبول کر لینا چاہیے۔

عُرْوَہ کی یہ گفتگو سن کر قبیلہ بنی کنانہ کے ایک رئیس نے جس کا نام حُلَیْس بن عَلْقَمَہ تھا قریش سے کہا اگر آپ لوگ پسند کریں تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں بے شک جاؤ۔ چنانچہ یہ شخص حدیبیہ میں آیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دُور سے آتے دیکھا تو صحابہؓ سے فرمایا یہ شخص جو ہماری طرف آ رہا ہے ایسے قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے مناظر کو پسند کرتے ہیں۔ پس فوراً اپنے قربانی کے جانوروں کو اکٹھا کر کے اس کے سامنے لاؤ تا کہ اسے پتہ لگے اور احساس پیدا ہو کہ ہم کس غرض سے آئے ہیں۔ چنانچہ صحابہؓ اپنے قربانی کے جانوروں کو ہنکاتے ہوئے اور تکبیروں کی آواز بلند کرتے ہوئے اس کے سامنے جمع ہو گئے۔ جب اس نے یہ نظارہ دیکھا تو کہنے لگا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! یہ تو حاجی لوگ ہیں۔ انہیں بیت اللہ کے طواف سے کسی طرح روکا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ وہ جلدی ہی قریش کی طرف واپس لوٹ گیا اور قریش سے کہنے لگا مَیں نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے جانوروں کے گلے میں قربانی کے ہار باندھ رکھے ہیں اور ان پر قربانی کے نشان لگائے ہوئے ہیں۔ پس یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ انہیں طوافِ کعبہ سے روکا جائے۔

قریش میں اس وقت ایک سخت انتشار کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی اور لوگوں کی دو پارٹیاں بن گئی تھیں۔ ایک پارٹی بہرصورت مسلمانوں کو واپس لوٹانے پر مُصر تھی اور مقابلہ کے خیالات پر سختی سے قائم تھی مگر دوسری پارٹی اسے اپنی قدیم مذہبی روایات کے خلاف پا کر خوف زدہ ہو رہی تھی اور کسی باعزت سمجھوتہ کی متمنی تھی۔ اس لیے فیصلہ معلق چلا جا رہا تھا۔ اس موقع پر ایک عربی رئیس مِکْرَز بن حَفْص نامی نے قریش سے کہا کہ مجھے جانے دو۔ مَیں کوئی فیصلہ کی راہ نکالوں گا۔ قریش نے کہا اچھا تم بھی کوشش کر کے دیکھ لو۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دُور سے آتے دیکھا تو فرمایا خدا خیر کرے یہ آدمی تو اچھا نہیں۔ بہرحال مِکْرَز آپ کے پاس آیا اور گفتگو کرنے لگا مگر ابھی وہ بات کر ہی رہا تھا کہ مکہ کا ایک نامور رئیس سُھَیل بن عَمْرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جسے غالباً قریش نے اپنی گھبراہٹ میں مِکْرَز کی واپسی کا انتظار کرنے کے بغیر بھجوا دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کو آتے دیکھا تو فرمایا یہ سُھَیل آتا ہے۔ اب خدا نے چاہا تو معاملہ آسان ہو جائے گا۔

بہرحال یہ بات چیت ہوتی رہی۔ اس موقع پر یہ واقعہ بھی ہوا کہ جب قریش کی طرف سے پے در پے سفیر آنے شروع ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس کر کے کہ آپ کی طرف سے بھی کوئی فہمیدہ شخص قریش کی طرف جانا چاہیے جو انہیں ہمدردی اور دانائی کے ساتھ مسلمانوں کا زاویہ نظر سمجھا سکے ایک شخص خِرَاشُ بن اُمَیَّہ کو اس کام کے لیے چنا جو قبیلہ خُزاعہ سے تعلق رکھتا تھا۔ یعنی وہی قبیلہ جس سے قریش کے سب سے پہلے سفیر بُدَیْل بن وَرْقَا کا تعلق تھا اور اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خِرَاشُ کو سواری کے لیے خود اپنا ایک اونٹ عطا فرمایا۔ خِرَاشُ قریش کے پاس گیا مگر چونکہ ابھی یہ گفتگو کا ابتدائی مرحلہ تھا اور نوجوانانِ قریش بہت جوش میں تھے۔ ایک جوشیلے نوجوان عکرمہ بن ابوجہل نے خراش کے اونٹ پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا جس کے عربی دستور کے مطابق یہ معنی تھے کہ ہم تمہاری نقل و حرکت کو جبراً روکتے ہیں۔ علاوہ ازیں قریش کی یہ جوشیلی پارٹی خود خِرَاشُ پر بھی حملہ کرنا چاہتی تھی مگر بڑے بوڑھوں نے بیچ بچاؤ کر کے اس کی جان بچائی اور وہ اسلامی کیمپ میں واپس آ گیا۔ کفار کی طرف سے وہ واپس آ گیا۔ قریش مکہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے جوش میں اندھے ہو کر اس بات کا بھی ارادہ کیا کہ اب جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ مکہ سے اس قدر قریب اور مدینہ سے اتنی دور آئے ہوئے ہیں تو ان پر حملہ کر کے جہاں تک ممکن ہو نقصان پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لیے انہوں نے چالیس پچاس آدمیوں کی ایک پارٹی حدیبیہ کی طرف روانہ کی اور اس گفت و شنید کے پردے میں جو اس وقت فریقین میں جاری تھی ان لوگوں کو ہدایت دی کہ اسلامی کیمپ کے اردگرد گھومتے ہوئے تاک میں رہیں اور موقع پا کر مسلمانوں کا نقصان کرتے رہیں بلکہ بعض روایتوں سے یہاں تک پتہ لگتا ہے کہ یہ لوگ تعداد میں اسّی تھے اور اس موقع پر قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی بھی سازش کی تھی مگر بہرحال خدا کے فضل سے مسلمان اپنی جگہ ہوشیار تھے۔ چنانچہ قریش

کی اس سازش کا راز کھل گیا اور یہ لوگ سب کے سب گرفتار کر لیے گئے۔ مسلمانوں کو اہل مکہ کی اس حرکت پر جو اَشْھر حرم میں اور پھر گویا حَرم کے علاقہ میں کی گئی تھی سخت طیش تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو معاف فرما دیا اور مصالحت کی گفتگو میں روک نہ پیدا ہونے دی۔ اہل مکہ کی اس حرکت کا قرآن شریف نے بھی ذکر کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ ھُوَالَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ عَنْھُمْ بِبَطْنِ مَکَّۃَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْھِمْ وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا۔ (الفتح:25) یعنی خدا نے اپنے فضل سے کفار کے ہاتھوں کو مکہ کی وادی میں تم سے روک کر رکھا اور تمہاری حفاظت کی اور پھر جب تم نے ان لوگوں پر غلبہ پالیا اور انہیں اپنے قابو میں کرلیا تو خدا نے تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک کر رکھا۔

بہر حال جب ہم ان تمام حالات اور اس پس منظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلسل صبر اور حوصلہ اور امن کی کوشش کو دیکھتے ہیں جو انتہا کو پہنچا ہوا ہے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ وہ ایک صبر اور امن کی کوشش ہے جس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔ آپ مسلسل اس کوشش میں تھے کہ امن کی صورت پیدا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریش کی شرارت کو دیکھا اور ساتھ ہی خِرَاشْ بن امیہ سے اہل مکہ کے جوش وخروش کا حال سنا تو قریش کو ٹھنڈا کرنے اور راہ راست پر لانے کی غرض سے ارادہ فرمایا کہ کسی ایسے بااثر شخص کو مکہ میں بھجوایا جائے جو مکہ ہی کا رہنے والا ہو اور قریش کے کسی معزز قبیلہ سے تعلق رکھتا ہو۔ یعنی اس کے بعد بھی آپ نے کوشش چھوڑی نہیں بلکہ پھر بھی یہ رسک (risk) لیا کہ کسی کو دوبارہ بھیجنا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے فرمایا کہ بہتر ہوگا کہ آپ مکہ میں جائیں اور مسلمانوں کی طرف سے سفارت کا فرض سرانجام دیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! آپ جانتے ہیں کہ مکہ کے لوگ میرے سخت دشمن ہو رہے ہیں اور اس وقت مکّہ میں میرے قبیلہ کا کوئی بااثر آدمی موجود نہیں جس کا اہلِ مکّہ پر دباؤ ہو۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ کامیابی کا رستہ آسان کرنے کے لیے اس خدمت کے لیے عثمان بن عَفَّانؓ کو چنا جائے جن کا قبیلہ بنو امیہ اس وقت بہت بااثر ہے اور مکہ والے عثمان کے خلاف شرارت کی جرأت نہیں کر سکتے اور اگر حضرت عثمانؓ کو بھیجا جائے تو کامیابی کی زیادہ امید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو پسند فرمایا اور حضرت عثمانؓ سے ارشاد فرمایا کہ وہ مکہ جائیں اور قریش کو مسلمانوں کے پُرامن ارادوں اور عمرہ کی نیت سے آگاہ کریں اور آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو اپنی طرف سے ایک تحریر بھی لکھ کر دی جو رؤسائے قریش کے نام تھی۔ اس تحریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آنے کی غرض بیان کی اور قریش کو یقین دلایا کہ ہماری نیت صرف ایک عبادت کا بجالانا ہے اور ہم پُرامن صورت میں عمرہ بجالا کر واپس چلے جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے یہ بھی فرمایا کہ مکّہ میں جو کمزور مسلمان ہیں انہیں بھی ملنے کی کوشش کرنا اور ان کی ہمت بڑھانا اور کہنا کہ ذرا اَور صبر سے کام لیں۔ خدا عنقریب کامیابی کا دروازہ کھولنے والا ہے۔ یہ پیغام لے کر حضرت عثمانؓ مکہ میں گئے اور ابوسفیان سے مل کر جو اس زمانہ میں مکہ کا رئیس اعظم تھا اور حضرت عثمانؓ کا قریبی عزیز بھی تھا اہلِ مکہ کے ایک عام مجمع میں پیش ہوئے۔ اس مجمع میں حضرت عثمانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر پیش کی جو مختلف رؤسائے قریش نے فرداً فرداً بھی ملاحظہ کی مگر باوجود اس کے سب لوگ اپنی اس ضد پر قائم رہے کہ بہر حال مسلمان اس سال مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ حضرت عثمانؓ کے زور دینے پر قریش نے کہا کہ اگر تمہیں زیادہ شوق ہے تو ہم تم کو ذاتی طور پر طواف بیت اللہ کا موقع دے دیتے ہیں مگر اس سے زیادہ نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مکہ سے باہر روکے جائیں اور میں طواف کروں! مگر قریش نے کسی طرح نہ مانا اور بالآخر حضرت عثمانؓ مایوس ہو کر واپس آنے کی تیاری کرنے لگے۔ اس موقع پر مکہ کے شریر لوگوں کو یہ شرارت سوجھی کہ انہوں نے غالباً اس خیال سے کہ اس طرح ہمیں مصالحت میں زیادہ مفید شرائط حاصل ہوسکیں گی حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں کو مکہ میں روک لیا۔ اس پر مسلمانوں میں یہ افواہ مشہور ہوئی کہ اہلِ مکّہ نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر جب پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شدید غصہ اور صدمہ تھا۔ تب آپ نے وہاں بیعتِ رضوان لی۔

اس کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ خبر حدیبیہ میں پہنچی تو مسلمانوں میں سخت جوش پیدا ہوا کیونکہ عثمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور معزز ترین صحابہ میں سے تھے اور مکہ میں بطور اسلامی سفیر کے گئے تھے اور یہ دن بھی اَشْھرِ حُرُم کے تھے، حرمت والا مہینہ تھا اور پھر مکہ خود حرم کا علاقہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً تمام مسلمانوں میں اعلان کر کے انہیں ایک ببول یعنی کیکر کے درخت کے نیچے جمع کیا اور جب صحابہ جمع ہو گئے تو اس خبر کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر یہ اطلاع درست ہے تو خدا کی قسم! ہم اس جگہ سے اس وقت تک نہیں ٹلیں گے کہ عثمان کا بدلہ نہ لے لیں۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: آؤ اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر جو اسلام میں بیعت کا طریقہ ہے یہ عہد کرو کہ تم میں سے کوئی شخص پیٹھ نہیں دکھائے گا اور اپنی جان پر کھیل جائے گا مگر کسی حال میں اپنی جگہ نہیں چھوڑے گا۔ اس اعلان پر صحابہؓ بیعت کے لیے اس طرح لپکے کہ ایک دوسرے پر گرے پڑے تھے اور ان چودہ پندرہ سو مسلمانوں کا کہ یہی اس وقت اسلام کی جمع پونجی تھی، کُل مسلمان تھے، ایک ایک فرد اپنے محبوب آقا کے ہاتھ پر گویا دوسری دفعہ بک گیا۔ جب بیعت ہو رہی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے کیونکہ اگر وہ یہاں ہوتا تو اس مقدس سودے میں کسی سے پیچھے نہ رہتا لیکن اس وقت وہ خدا اور اس کے رسول کے کام میں مصروف ہے۔ اس طرح یہ بجلی کا سا منظر اپنے اختتام کو پہنچا۔

اسلامی تاریخ میں یہ بیعت بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہے یعنی وہ بیعت جس میں مسلمانوں نے خدا کی کامل رضامندی کا انعام حاصل کیا۔ قرآن شریف نے بھی اس بیعت کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا۔ (الفتح: 19) یعنی اللہ تعالیٰ خوش ہو گیا مسلمانوں سے جب کہ اے رسول! وہ ایک درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے کیونکہ اس بیعت سے ان کے دلوں کا مخفی اخلاص خدا کے ظاہری علم میں آ گیا سو خدا نے بھی ان پر سکینت نازل فرمائی اور انہیں ایک قریب کی فتح کا انعام عطا کیا۔

صحابہ کرامؓ بھی ہمیشہ اس بیعت کو بڑے فخر اور محبت کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر بعد میں آنے والے لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ تم تو مکہ کی فتح کو فتح شمار کرتے ہو مگر ہم بیعت رضوان ہی کو فتح خیال کرتے تھے اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ بیعت اپنے کوائف کے ساتھ مل کر ایک نہایت عظیم الشان فتح تھی۔ نہ صرف اس لیے کہ اس نے آئندہ فتوحات کا دروازہ کھول دیا بلکہ اس لیے بھی کہ اس سے اسلام کی اس جاں فروشانہ روح کا جو دینِ محمدی کا گویا مرکزی نقطہ ہے ایک نہایت شاندار رنگ میں اظہار ہوا اور فدائیان اسلام نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ وہ اپنے رسولؐ اور اس رسولؐ کی لائی ہوئی صداقت کے لیے ہر میدان میں اور اس میدان کے ہر قدم پر موت وحیات کے سودے کے لیے تیار ہیں۔ اسی لیے صحابہ کرامؓ بیعتِ رضوان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ یہ بیعت موت کے عہد کی بیعت تھی یعنی اس عہد کی بیعت تھی کہ ہر مسلمان اسلام کی خاطر اور اسلام کی عزت کی خاطر اپنی جان پر کھیل جائے گا مگر پیچھے نہیں ہٹے گا اور اس بیعت کا خاص پہلو یہ تھا کہ یہ عہد و پیمان صرف منہ کا ایک وقتی اقرار نہیں تھا جو عارضی جوش کی حالت میں کر دیا گیا ہو بلکہ دل کی گہرائیوں کی آواز تھی جس کے پیچھے مسلمانوں کی ساری طاقت ایک نقطۂ واحد پر جمع تھی۔

جب قریش کو اس بیعت کی اطلاع پہنچی تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور نہ صرف حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں کو آزاد کر دیا بلکہ اپنے ایلچیوں کو بھی ہدایت دی کہ اب جس طرح بھی ہو مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیں مگر یہ شرط ضرور رکھی جائے کہ اس سال کی بجائے مسلمان آئندہ سال آ کر عمرہ بجالائیں اور بہر حال اب واپس چلے جائیں۔ دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابتدا سے یہ عہد کر چکے تھے کہ میں اس موقع پر کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو حرم المحرم اور بیت اللہ کے احترام کے خلاف ہو اور چونکہ آپؐ کو خدا نے یہ بشارت دے رکھی تھی کہ اس موقع پر قریش کے ساتھ مصالحت آئندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ بننے والی ہے اس لیے گویا فریقین کے لحاظ سے یہ ماحول مصالحت کا ایک نہایت عمدہ ماحول تھا اور اسی ماحول میں سُہَیل بن عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپؐ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ اب معاملہ آسان ہوتا نظر آتا ہے۔ صلح کی گفتگو شروع ہوئی جب سُہَیل بن عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو آپؐ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سُہَیل آتا ہے۔ اب خدا نے چاہا تو معاملہ سہل ہو جائے گا۔ بہر حال سہیل آیا اور آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا۔ آؤ جی۔ اب لمبی بحث جانے دو۔ ہم معاہدے کے لیے تیار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بھی تیار ہیں اور اس ارشاد کے ساتھ ہی آپؐ نے اپنے سیکرٹری حضرت علیؓ کو بلوایا۔ اس معاہدہ کی شرائط حسب ذیل تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی اس سال واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال وہ مکہ میں آ کر رسم عمرہ ادا کر سکتے ہیں مگر سوائے نیام میں بند تلوار کے کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو اور مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔

اگر کوئی مرد مکہ والوں میں سے مدینہ جائے تو خواہ وہ مسلمان ہی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے مدینہ میں پناہ نہ دیں اور واپس لوٹا دیں۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ کو چھوڑ کر مکہ میں آجائے تو اسے واپس نہیں لوٹایا جائے گا۔ ایک اَور روایت میں یہ ہے کہ اگر مکہ والوں میں سے کوئی شخص اپنے ولی یعنی گارڈین (guardian) کی اجازت کے بغیر مدینہ آجائے تو اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔

قبائل عرب میں سے جو قبیلہ چاہے مسلمانوں کا حلیف بن جائے اور جو چاہے اہل مکہ کا۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

یہ معاہدہ فی الحال دس سال تک کے لیے ہو گا اور اس عرصہ میں قریش اور مسلمانوں کے درمیان جنگ بند رہے گی۔

اس معاہدہ کی دو نقلیں کی گئیں اور بطور گواہ کے فریقین کے متعدد معززین نے ان پر دستخط کیے۔ مسلمانوں کی طرف سے دستخط کرنے والوں میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ جو اس وقت تک مکہ سے واپس آ چکے تھے یعنی کفار نے جو ان کو روکا تھا تو اس وقت چھوڑ دیا تھا۔ انہوں نے بھی اس معاہدے پر دستخط کیے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور ابوعبیدہؓ تھے۔ معاہدہ کی تکمیل کے بعد سُہیل بن عمرو معاہدہ کی ایک نقل لے کر مکہ کی طرف واپس لوٹ گیا اور دوسری نقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 749 تا 769)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ بعض اردگرد کے لوگوں نے مکہ والوں سے اصرار کیا کہ یہ لوگ صرف طواف کے لیے آئے ہیں آپ ان کو کیوں روکتے ہیں؟ مگر مکہ کے لوگ اپنی ضد پر قائم رہے۔ اس پر بیرونی قبائل کے لوگوں نے مکہ والوں سے کہا کہ آپ لوگوں کا یہ طریق بتاتا ہے کہ آپ کو شرارت مدّنظر ہے، صلح مدّنظر نہیں۔ اس لیے ہم لوگ آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ ایک نئی بات ہے جو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائی ہے کہ اردگرد کے قبائل کا بھی پریشر (pressure) تھا۔ اس پر مکہ کے لوگ ڈر گئے اور انہوں نے اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتے کی کوشش کریں گے۔ جب اس امر کی اطلاع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو جو بعد میں آپؐ کے تیسرے خلیفہ ہوئے، مکّہ والوں سے بات چیت کرنے کے لیے بھیجا۔ جب حضرت عثمانؓ مکہ پہنچے تو چونکہ مکہ میں ان کی بڑی وسیع رشتہ داری تھی۔ ان کے رشتہ دار ان کے گرد اکٹھے ہو گئے اور ان سے کہا کہ آپ طواف کر لیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے سال آ کر طواف کریں مگر حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں اپنے آقاؐ کے بغیر طواف نہیں کر سکتا۔ چونکہ رؤسائے مکہ سے آپ کی گفتگو لمبی ہو گئی تو مکّہ میں بعض لوگوں نے شرارت سے یہ خبر پھیلا دی کہ عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ خبر پھیلتے پھیلتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا: سفیر کی جان ہر قوم میں محفوظ ہوتی ہے۔ تم نے سنا ہے کہ عثمان کو مکہ والوں نے مار دیا ہے۔ اگر یہ خبر درست نکلی تو ہم بزور مکہ میں داخل ہوں گے۔ یعنی ہمارا پہلا ارادہ صلح کے ساتھ مکہ میں داخل ہونے کا تھا، جن حالات میں وہ کیا گیا تھا وہ حالات چونکہ تبدیل ہو جائیں گے اس لیے ہم اس ارادہ کے پابند نہیں رہیں گے۔ جو لوگ یہ عہد کرنے کے لیے تیار ہوں کہ اگر ہمیں آگے بڑھنا پڑا تو یا ہم فتح کر کے لوٹیں گے یا ایک ایک کر کے میدان میں مارے جائیں گے وہ اس عہد پر میری بیعت کریں۔ آپؐ کا یہ اعلان کرنا تھا کہ پندرہ سو زائر جو آپ کے ساتھ آیا تھا یکدم پندرہ سو سپاہی کی شکل میں بدل گیا اور دیوانہ وار ایک دوسرے پر پھاندتے ہوئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر دوسروں سے پہلے بیعت کرنے کی کوشش کی۔ یہ بیعت تمام اسلامی تاریخ میں بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے اور درخت کا عہد نامہ کہلاتی ہے کیونکہ جس وقت یہ بیعت لی گئی اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ جب تک اس بیعت میں شامل ہونے والا آخری آدمی بھی دنیا میں زندہ رہا وہ فخر سے اس بات کا ذکر کیا کرتا تھا کیونکہ پندرہ سو آدمیوں میں سے ایک شخص نے بھی یہ عہد کرنے سے دریغ نہ کیا تھا کہ اگر دشمن نے اسلامی سفیر کو مار دیا ہے تو آج دو صورتوں میں سے ایک ضرور پیدا کر کے چھوڑیں گے یا وہ شام سے پہلے پہلے مکہ کو فتح کر کے چھوڑیں گے یا شام سے پہلے پہلے میدان جنگ میں مارے جائیں گے۔ لیکن ابھی بیعت سے مسلمان فارغ ہی ہوئے تھے کہ حضرت عثمانؓ واپس آ گئے اور انہوں نے بتایا کہ مکہ والے اس سال تو عمرے کی اجازت نہیں دے سکتے مگر آئندہ سال اجازت دینے کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں معاہدہ کرنے کے لیے انہوں نے اپنے نمائندے مقرر کر دیے۔ حضرت عثمانؓ کے آنے کے تھوڑی دیر کے بعد مکہ کا ایک رئیس سُہَیل نامی معاہدہ کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ معاہدہ لکھا گیا۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 307-308)

حضرت عثمانؓ کا یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

دعاؤں کی طرف اب بھی میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ پاکستان کے حالات کے لیے خاص طور پر دعا کریں۔ گھروں کی چار دیواری میں بھی اب تو محفوظ نہیں ہیں۔ اپنی جگہوں پہ بھی محفوظ نہیں ہیں۔ ہر جگہ جہاں مولوی کہتا ہے پولیس والے پہنچ جاتے ہیں۔ بعض شریف پولیس والے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہماری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں لیکن ہم کیا کریں کہ ہمیں پریشر اتنا پڑتا ہے کہ ہمارے افسران جو کہتے ہیں پھر ہمیں کرنا پڑتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے بدفطرت افسران سے بھی ہماری جان چھڑائے، ملک کی جان چھڑائے اور ہر احمدی کو آزادی سے اور محفوظ طریقے پر اپنے وطن میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خاص طور پر دعائیں کرتے رہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ دعائیں اگر جاری رہیں تو جلد ہم دیکھیں گے کہ مخالفین کا انجام نہایت عبرتناک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعاؤں کی بھی توفیق دے اور انہیں قبول بھی فرمائے۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

تقریب آمین

مکرم سعید الدین احمد سیکرٹری کمیٹی روزنامہ الفضل لندن آن لائن تحریر کرتے ہیں کہ

ان کے ہاں ZOOM پر ایک تقریب آمین مؤرخہ 14 فروری 2021ء کو منعقد ہوئی۔ جس میں خاکسار کے درج ذیل عزیزوں نے شرکت کی۔

نمبر 1۔ عزیزم حارث محمود ابن مکرم کاشف محمود آف ایسٹ لندن (بھانجا) نے 8 سال کی عمر میں قرآن کا پہلا دور مکمل کیا۔

نمبر 2۔ عزیزہ عیشہ عمران بنت مکرم انیل عمران (بھانجی) آف جرمنی نے 10 سال میں قرآن کا پہلا دور مکمل کیا۔

نمبر 3۔ عزیزہ ناجیہ محمود بنت مکرم عامر محمود آف شیفیلڈ برطانیہ (بھانجی) نے 5 سال کی عمر میں قرآن کا پہلا دور مکمل کیا۔

ان تین بچوں کی آمین تھی جبکہ نمبر 4۔ عزیزہ اصفیٰ محمود بنت مکرم عامر محمود (بھانجی) نے بعمر ساڑھے چار سال تین بار قاعدہ یسرنا القرآن ختم کر کے قرآن کریم کا آغاز کیا۔

نمبر 5۔ 6۔ دو بچوں عزیزہ ایمان عمران بنت مکرم انیل عمران نے بعمر 3 سال اور خاکسار کے بیٹے عزیزم زوحان احمد نے بعمر اڑھائی سال قاعدہ یسرنا القرآن پڑھنے کا آغاز کیا۔

یہ مبارک تقریب مکرم حنیف احمد محمود صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ آپ نے ان بچوں سے قرآن کریم اور قاعدہ سنا اور قرآن کی اہمیت و فضیلت بیان کر کے دعا کروائی۔ درج بالا بچوں کو نے قرآن کریم پڑھانے اور قاعدہ یسرنا القرآن کا آغاز کروانے کی سعادت بچوں کی ماؤں کو عطا ہوئی۔ جزاھم اللہ خیرا

قارئین روزنامہ الفضل سے دعا کی درخواست ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ان بچوں کو قرآن کریم کے معارف و حقائق سے مالا مال کرے اور ان کی ماؤں کو احسن جزاء عطا فرمائے۔ آمین

اعلان ولادت

مکرم ظفر اقبال صاحب اعلان بھجواتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مؤرخہ 29 جنوری 2021ء کو خاکسار کو بیٹی عطا فرمائی ہے۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت وقفِ نو کی مبارک تحریک میں قبول فرماتے ہوئے بچی کا نام اسماء اقبال عطا فرمایا ہے۔

بچی مکرم محمد اقبال صاحب مرحوم سابق کارکن تحریک جدید برائے جائیداد کنری وسیکرٹری تحریکِ جدید ضلع عمر کوٹ کی پوتی، مکرم محمود انجم صاحب مبلغِ سلسلہ تاجکستان اور مکرم محمود اقبال صاحب ناظمِ اعلیٰ انصار اللہ ضلع عمر کوٹ کی بھتیجی اور مکرم محمود احمد صاحب آف نواں کوٹ احمدیاں ضلع حیدر آباد کی نواسی ہے۔

درخواستِ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بچی کو باعمر، صالحہ، خادمہ دین اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین

طلوع وغروب آفتاب

22 فروری 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:30	18:22
مدینہ منورہ	05:32	18:20
قادیان	05:42	18:21
ربوہ	05:22	18:01
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:33	17:32